AL-AẒVĀ ا لاضو ا ء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 34, Issue, 51 , 2019
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan

تفسیر "تأویلات اہل السنہ "کے ادبی محاسن:ایک تجزیہ

An Analysis of Literary Beauty of Tafsīr "Ta'wīlāt Ahl-al-Sunnah"

مرزا بہشت بیگ*
محمد عابد ندیم **

Abstract:
Imam Abu Manṣūr al-Māturīdī is one of the greatest Muslim Scholars. He learned Hanafite Jurisprudence and theology and the whole life remained busy in transferring this knowledge to Muslim Ummah. 'Ta'wīlāt Ahl al-Sunnah' is the best contribution rendered by al-Māturīdī. This is the first explanation of the Holy Qur'ān; by any Ahlu Sunnah Scholar, in which theological issues have been discussed with logical arguments. The book 'Ta'wīlāt Ahlu Sunnah' is rich with al-Māturīdī School of thought in theology. The book 'Ta'wīlāt Ahlu Sunnah' was written in Arabic language; has a great legacy of Arabic and Islamic literature. Although its major topic is Theology and Hanafite school of thought but it is also rich with literary beauty.

Key words: Ta'wīlāt Ahl-al-Sunnah, Abu Manṣūr al-Māturīdī, Islamic Theology.

چوتھی صدی ہجری کے مایہ ناز مفسر، حنفی فقیہ اور امام المتکلمین ابو منصور محمد بن محمد بن محمود بن محمدالماتریدی الحنفی(م333ھ)[1] کو اللہ تعالیٰ نے وہ راسخ علم اور قبولیت عامہ عطا کی کہ آج پندرھویں صدی ہجری میں بھی ان کے دامن سے خوشہ چینی کرنے والوں میں کمی نہ ہو سکی۔عالم اسلام بالخصوص برصغیر پاک و ہند کے احناف اعتقادیات میں انہی کے دامن خوشنما سے وابستہ ہیں۔امام ابو منصور ماتریدی کی اپنے دور کی جدید ترین طرز پر تحریر کردہ تفسیر کا نام" تأویلات اہل السنۃ "[2]ہے۔ تفسیر بطور موضوع کوئی نیا کام نہیں ہے متعدد تفاسیر قرآن پر مختلف جامعات میں پی ایچ ڈی کی سطح پر علمی و تحقیقی اور تجزیاتی جائزہ کیا گیا ہے ۔تفاسیر کے مناہج و اسالیب اور بعض تفاسیر کے مخصوص پہلو اور ابحاث کو بھی زیر بحث لایا گیا ہےاسی طرح امام ابو منصور ماتریدی کی سیرت پر

*پی ایچ ڈی سکالر،شعبہ عربی و علوم اسلامیہ ، جی سی یونیورسٹی، لاہور، پاکستان
**ایسوسی ایٹ پروفیسر،شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی ، لاہور، پاکستان

بھی کام کیا گیا ہے لیکن ابھی تک "تأویلات اہل السنہ" کے ادبی محاسن کا تجزیہ کسی سطح پر پیش نہیں کیا گیا۔اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس عظیم علمی ذخیرہ کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی و علمی کام کیا جائے جن میں سے ایک اس کے ادبی محاسن کا تجزیہ بھی ہے۔امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر "تأویلات اہل السنہ" میں شرح کلام اللہ کا جو اسلوب اپنا یا وہ اس قدر طبعی تھا کہ جدید ترین طرز تفسیر کا اسلوب ، اسلوب ماتریدی سے زیادہ دور نہیں۔امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی اس تفسیر میں زیادہ جگہ ابحاث کلامیہ و فقہیہ کو ہی دی ہے کہ بادئ النظر میں یہی تیقن ہوتا ہے ،یہ ایک فقہی اور کلامی تفسیر کے سوا کچھ نہیں ۔بایں ہمہ یہ تفسیر چونکہ عربی زبان میں ہے لہٰذا یہ عربی زبان کے ادبی محاسن سے کلیتا خالی نہیں۔

ذیل میں امام ابو منصور ماتریدی کی تفسیر "تأویلات اہل السنۃ"کے ادبی محاسن کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان علوم کا ذکر کیا گیا ہے جن سے استفادہ کرتے ہوئے امام ابو منصور ماتریدی نے اس تفسیر کے عربی ادب میں حسن پیدا کیا۔

1۔لغت قرآنی سے استفادہ

قرآنی آیات کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے امام ابو منصور ماتریدی نے ایک آیت کے الفاظ کے معنی یا تعین دیگر آیات کی مدد سے بھی کیا ہے۔

> والإفك: هو الصرف في اللغة؛ كقوله: (قَالُوٓا اَجِئۡتَنَا لِتَاۡفِكَنَا [3])، أي: لتصرفنا. وقيل: تؤفكون[4]: تكذبون، أي: ما الذي حملكم على الكذب. والكذب والصرف واحد في الحقيقة؛ لأن الكذب هو صرف قول الحق إلى الباطل، وهما واحد.[5]
>
> اور افک کا مطلب لغت میں پھیرنا ہےجیسا کہ اللہ کا فرمان ہے" کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں اس سے پھیر دے"یعنی ہمیں پھیر دینے کے لیےاور کہا گیا ہے کہ تؤفکون کا مطلب تم جھٹلاتے ہویعنی وہ چیز جو تمہیں جھوٹ پر برانگیختہ کرے۔درحقیقت "کذب اور صرف" ایک ہی ہیں کیونکہ کذ ب سے مراد یہ ہے کہ حق بات کو باطل کی طرف پھیر دیا جائے ۔یوں دونوں ایک ہی ہیں۔

قرآن کے لفظ "افک " کی وضاحت قرآن کی دوسری آیت میں آئے "لتافکنا" کے ساتھ کی ہے کہ آخر الذکر میں اس کا مفہوم پھرنا آیا ہے اور یہی معنی اول الذکر کا بھی ہو گا ۔پھر دیگر احتمال ذکر کر کے ان میں تطبیق بھی بیان کر دی ہے۔قرآن عربی زبان و ادب کا شاہکار ہے اس کے الفاظ کی وضاحت اسی کے الفاظ سے کرنے سے جہاں تفسیر کا مقام بلند ہوتا ہے وہیں استعمال کردہ عربی زبان کا حسن بھی دوچند ہو جاتا ہے۔

2۔جوامع الکلم سے استفادہ

قرآنی الفاظ کے معنی کا تعین کرنے کے لیے امام ابو منصور ماتریدی نے اہل لسان ، ائمہ لغت کے ساتھ صاحب جوامع الکلم ﷺ کے کلام سے بھی استفادہ کیا ہے

> وقال القتبي وأبو عوسجة: قال بعضهم: الصرف: النافلة، سميت صرفا لأنها زيادة على الواجب، والعدل: الفريضة. وقد روي في الخبر: (من طلب صرف الحديث ليبتغي به إقبال وجوه الناس، لم يرح رائحة الجنة[6]) أي: من طلب تحسينه بالزيادة فيه.وقال بعضهم: الصرف: الدية، والعدل: رجل مثله؛ كأنه يريد: لا يقبل منه أن يفتدي برجل مثله وعدله، ولا يصرف عن نفسه بديته، ومنه قيل: صارفي، وصرف الدرهم بالدنانير؛ لأنك تصرف هذا إلى هذا، وأصله ما ذكرنا.قال القتبي وأبو عبيدة: (قَوْمًا بُورًا [7])، أي: هلكى، وهو من بار يبور؛ إذا هلك وبطل؛ يقال: بار الطعام، إذا كسد، وبارت الأيم؛ إذا لم يرغب فيها، وفي الخبر: (كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يتعوذ من بوار الأيم)[8].[9]
>
> قتبی اور ابو عوسجہ نے کہا کہ بعض نے صرف کا معنی زائد بھی بیان کیا ہے اور اس کو صرف اس لیے کہا گیا کہ یہ واجب سے زائد ہےاور عدل سے مراد فرض ہے۔اور روایت میں آیا ہے کہ جس نے حدیث میں زیادتی اس لیے تلاش کی تا کہ وہ اس سے لوگوں کی توجہ حاصل کر سکے تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔یعنی جو بات میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے زیادتی کرنا چاہے۔قتبی اور ابو عبیدہ نے کہا "تباہ ہونے والی قوم"یعنی ہلاک ہونے والی اور یہ بار یبور سے ہے جب وہ تباہ برباد ہو جائے۔بار الطعام لفظ تب بولا جاتا ہے جب وہ ختم ہو جائے اور کہا جاتا ہے غیر منکوحہ غیر مرغوب ہو گئی جب اس میں رغبت نہ رہےاور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غیر مرغوب غیر منکوحہ سے پناہ مانگتے تھے۔

اس اقتباس میں "الصرف" کا معنی "زیادہ"متعین کرنے کے لیے ایک حدیث سے اور پھر "بورا" کا معنی "غیر مرغوب "متعین کرنے میں دوسری حدیث سے استفادہ کیا ہے۔محمد رسول اللہ ﷺ کائنات کے افصح اللسان اللہ کے بندے ہیں ۔جب آپ کے ارشادات و فرمودات کا سہارا لے کر کلام کو مزین کیا جائے تو اس کلام میں بھی ادبیت کا حسن پیدا ہو جاتا ہے۔

3۔علم المنطق

منطق کا اصول ہے کہ اجتماع نقیضین محال ہے۔یعنی دو متضاد اشیاء ایک ہی وقت اور جہت میں ایک ہے چیز میں جمع نہیں ہو سکتیں ۔جیسے روشنی اور اندھیرا ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر جمع نہیں ہو سکتے ۔لیکن کفار عرب رسول اللہ ﷺ پر کچھ ایسے الزامات لگاتے جن میں وہ متضاد چیزوں کو ذات رسالت میں جمع کر دیتے ۔امام ابو منصور ماتریدی نے اس کا رد کیا ہے۔

(وَ يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍمَّجْنُوْنٍ [10])يشبه أن يكون على الإنكار لها؛ لما ذكر من قولهم على أثر ذلك وهو ما قال: (اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍمَّجْنُوْنٍ [11]).ثم جمعوا في هذا متضادين[12]؛ لأن الشاعر هو الذي يبلغ في العلم غايته، والمجنون هو الذي يبلغ في الجهل غايته، ثم جمعوا بينهما في رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وكذلك قولهم:(سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ [13]) والساحر هو الذي يبلغ في علم الأشياء غايته، والجنون في الجهل؛ دل أنهم إنما يقولون عن عناد وتعنت.[14]

"اور وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر مجنون کے لیے چھوڑ دیں"یہ ان کے قول کے انکار کے مشابہہ ہے اس وجہ سے کہ جو ان کا قول آگے نقل کیا یعنی" کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر مجنون کے لیے چھوڑ دیں"اس میں انہوں نے متضاد اشیا کو جمع کر دیا ہے۔کیونکہ شاعر وہ ہوتا ہے جو علم کی انتہا کو پہنچ رہا ہو اور مجنو ن وہ ہوتا ہے جو جہالت کی انتہا کو پہنچا ہو ۔ انہوں نے یہ دونوں متضاد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں جمع کیےاسی طرح ان کا قول"جادوگر یا مجنون"کیونکہ جادوگر بھی چیزوں کے علم میں انتہا کو پہنچا ہوتا ہے اور مجنوں جہالت میں انتہا کو ،یہ اس بات کی دلیل ہے کو وہ ایسی باتیں عناد اور مخالفت کی بنیاد پر کرتے تھے۔

کفار عرب نے محمد رسول اللہ ﷺ پر مختلف بہتان تراشیاں کی تھیں جن میں سے یہ بھی تھا کہ آپ کو شاعر اور مجنون کہا ۔امام ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ اس قول میں انہوں نے دو متضاد اشیاء جمع کر دیں ایک طرف وہ شاعر کہتے ہیں جو کہ اہل علم میں سے ہے اور دوسری طرف وہ مجنون ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جس کو علم سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا ۔گویا ان کا اپنا بہتان خود ان کی کم علمی اور تعصب پسندی کو واضح کر رہا ہے۔

4۔علم صرف

امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر "تاویلات اہل السنۃ "میں قرآنی مفاہیم کی وضاحت کے لیے علم الصرف سے بھی استفادہ کیا ہے۔

ثم قوله: (يَوْمَ التَّنَادِ[15]) فيه لغات ثلاث:إحداها: (يَوْمَ التَّنَادِي[16]) بالياء. والثانية:بالتخفيف على حذف الياء.والثالثة: بالتشديد.فمن قرأها

بالتشديد، يقول: هو من ند يند ندا[17] إذا مضى لوجهه هاربا فارا من عذاب الله، إذا عاينوا العذاب، وهو من ند الإبل [18]وغيره - والله أعلم -.ومن قرأه بالياء فهو التفاعل[19] عن النداء[20]، فهو على نداء بعضهم بعضا يوم القيامة؛ كقوله تعالى -: (وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا[21])، وقوله - عز وجل -: (وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ[22])، وقوله: (وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ [23])، وقوله: (وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ [24])، ونحوه.ومن قرأه بغير الياء، فقد حذف الياء؛ كقوله: (فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ [25])، وأصله: التنادي، والله أعلم.[26]

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان "جس دن پکارا جائے گا"میں تین لغات ہیں ۔ایک یاء کے ساتھ دوسری حذف یاء کے ساتھ اور تیسری تشدید کے ساتھ۔تو جس نے اس کو مشدد پڑھا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ ند یند ندا سے ہے اور یہ جب اللہ کے عذاب سے سامنا ہو تو اس کا معائنہ بھاگتے ہوئے (کے منظر کو بیان کرتا ہے)اور یہ ند الابل وغیرہ سے ہے واللہ اعلم۔اور جس نے اس کو یا کے ساتھ پڑھا ہے تو وہ ندا کے باب تفاعل سے ہے اس کا مفہوم ہو گا کہ قیامت کے روز ایک دوسرے کو پکاریں گے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "اور جنتی جہنمیوں کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا ہمیں وہ مل گیا ۔کیا رب نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ بھی پورا ہو گیا؟۔اور جس نے اس کو بغیر یا کے پڑھا ہے اس نے یا کو حذف کر دیا ہے جیسا کہ اللہ کے فرمان "تم نے جو فیصلہ کرنا ہے کر لو"میں کیا ہے اور اس کی اصل التنادی ہے۔واللہ اعلم۔

قرآنی لفظ" التَّنَادِ " میں تین لغات ذکر کیں۔اور ان کی ابتدائی صرف صغیر ذکر کی تا کہ ان کا باب واضح ہو سکے۔اور پھر ان کا اصل مادہ بھی ذکر کیاہے۔علم صرف اور علم نحو عربی زبان کے مبتدی سے لے کر امام تک ہر شخص کے لیے انتہائی اہل علوم ہیں ۔ان کے بغیر نہ صرف یہ کے کلام، عربی ادب کے مقام سے گر جاتا ہے بلکہ بے ڈھنگی سے آوازوں کا مجموعہ ہی رہ جاتا ہے۔

5.علم نحو

امام ابو منصور ماتریدی نے تفسیر"تاویلات اہل السنۃ"میں قرآنی مفاہیم کی وضاحت کے لیے علم النحو کی ابحاث سے بھی استفادہ کیا ہے۔

(اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ [27])، أي: لن يؤتى - والله أعلم - من الكتاب والحجج.ويحتمل أن يكون صلة[28] قوله: (اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ[29])، وهو دينه، أو ما دعا إليه، ثم يقول: (اَنْ يُّؤْتٰٓى [30]) بمعنى: لن

يؤتى أحد مثل ما أوتيتم أهل الإسلام من الحجج والبينات، التي توضح أن الحق في أيديكم.وقوله: (اَوْ يُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ[31]): فإن كان هو صلة[32] الأول، و (أو) بمعنى: (ليحاجوكم)، أو: (حتى يحاجوكم) إذا آمنتم بما دعوا إليه؛ فيحاجوكم بذلك عند ربكم، أي: إنما آمنتم بالذي جاء لكم من عند ربكم؛ فيصير ذلك لهم حجة عليكم.وإن كان صلة الثاني، فهو على أنهم لا يؤتون مثل ما أوتيتم من الحجج؛ ليحاجوكم بها عند ربكم في أن الذي هو عليه حق؛ لما قد ظهر تعنتهم وتحريفهم - والله أعلم.[33]

"کہ کسی کو اسی طرح عطا کیا جائے جیسا تمہیں کیا گی"یعنی ہرگز نہیں عطا کیا جائے گا واللہ اعلم ۔کتاب اللہ اور دلائل وغیرہ مراد ہیں۔اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ حصہ صلہ ہو اللہ کے اس فرمان"ہدایت تو اللہ ہی کی ہے"جو کہ اس کا دین ہے۔یا جس کی طرف اس نے دعوت دی ہے۔پھر کہا "کہ دیا جائے "کا مطلب ہر گز نہ دیا جائے گا جیسا اہل اسلام رمہیں دلائل و براہین عطا کی گئی ہیں جو اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ حق تمہارے ہی پاس ہے۔اوراگر اللہ کا فرمان"یا تمہارے رب کے پاس وہ تم سے جھگڑیں " پہلے کا صلہ ہو۔اور "او"بمعنی "لیحاجکم" یا "حتی یحاجکم"ہو ۔اگر تم اس پر ایمان لاؤ جس کی وہ دعوت دیتے ہیں تو وہ اس وجہ سے وہ تمہارے رب کی بارگاہ میں تم سے جھگڑیں گے۔یعنی تم اس پر ایمان لائے ہو جو تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے تو یہ ان کے لیے تمہارے خلاف حجت بن جائے گا۔اور اگر یہ دوسرے کا صلہ ہو تو مفہوم یوں ہو گا کہ وہ ایسے دلائل نہیں لا سکتے جو تمہیں عطا کیے گئے ہیں تا کہ وہ تمہارے رب کی بارگاہ میں تم سے جھگڑ سکیں کہ وہ حق پر ہیں۔کیونکہ ان کا عناد اور تحریف واضح ہو چکی۔واللہ اعلم

قرآنی آیات کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے آپ نے علم النحو میں مستعمل جملوں کی ترکیب سے استفادہ کیا ہے اور ممکنہ تراکیب کے ساتھ ساتھ ان کے الگ الگ مفاہیم بھی ذکر کیے ہیں۔مذکورہ اقتباس میں ایک جملہ جو کہ صلہ بنتا ہے اس کے دو ممکنہ موصول ذکر کیے ہیں۔اہل ذوق نے علم صرف کو عربی زبان کا باپ اور علم نحو کو عربی زبان کی ماں قرار دیا ہے ۔جس سے ان علوم کی عربی ادب میں اہمیت واضح ہوتی ہے ۔امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر میں ان علوم کے بلاواسطہ استعمال سے اپنے کلام کو حسن عطا کیا ہے۔

6۔علم بلاغت

تفسیر تاویلات اہل السنۃ اگرچہ لغوی یا ادبی حوالہ سے تحریر شدہ تفسیر نہیں لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس میں علم البلاغت کی کوئی بحث ہی موجود نہ ہو بلکہ خال خال ایسی ابحاث ملتی ہیں۔

وقد يحتمل أن يكون المراد من وصف البياض والسواد - ليس نفس البياض والسواد؛ ولكن [34]البياض هو كناية[35] عن شدة السرور والفرح، والسواد كناية عن شدة الحزن والأسف؛[36]

اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ سفیدی اور سیاہی کے اوصاف ذکر کرنے سے نفس سفید رنگ یا سیاہ رنگ مراد نہ ہو بلکہ سفید ،کثیر خوشی اور سرور سے کنایہ ہے جبکہ سیاہ شدید غم اور مایوسی سے کنایہ ہے۔

اس اقتباس میں "السواد"سیاہی کو غم اور "البیاض"سفیدی کو خوشی سے کنایہ ہونا ذکر کیا ہے۔

ألا ترى أنه قال: (وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى [37]) ذكر الليل دل أنه كان الضحى كناية عن النهار [38]جملة؛ فعلى ذلك الغداة والعشي يجوز أن يكون كناية عن الليل والنهار جملة، والله أعلم.[39]

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور رات جب چھا جائے"رات کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ "الضحی"مکمل دن سے کنایہ ہے اسی طرح "غداۃ اور عشی"جائزہے کہ مکمل رات اور دن سے کنایہ ہوں۔ واللہ اعلم

اس اقتباس میں "الضحی"صبح کو دن سے اور "العشی "شام کو رات سے کنایہ قرار دیا ہے۔کسی زبان میں اشارہ و کنایہ کی اپنی اہمیت ہے لیکن عربی زبان میں یہ چیزیں کلام کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہیں ۔امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر میں برمحل علم بلاغت کا استعمال کر کے تفسیر تأویلات اہل السنہ کو عربی ادب کا حسن عطا کیا ہے۔

7. علم البیان

علم البیان کی بعض مباحث بھی تفسیر تاویلات اہل السنہ میں بعض مقامات پر ملتی ہیں۔

وعلى قولنا: ما ذكر من الذهاب والمجيء كله[40] على المجاز[41]، أي: الموافقة لا على الحقيقة، كما يقال: سمعت كلام فلان وقول فلان، وكتبت حديث فلان ونحوه؛ فذلك كله على المجاز لا على التحقيق؛ لأنه لا يسمع قول فلان حقيقة ولا كلامه ولا حديثه، ولكن يسمع صوتا يفهم به قوله وكلامه وحديثه، فعلى ذلك الأول يذهب بالذي يسمع ويكتب، فأما حقيقة ذلك فلا يوصف بشيء من ذلك.[42]

اور ہماری بات پرآنے جانے کی جو بات ہوئی ہے وہ ساری بطور مجاز ہےیعنی محض موافقت کے لیے ہوئی نہ کہ حقیقتاجیسا کہ کہا جاتا ہے میں نے فلاں کا کلام اور بات

سنی۔اور میں فلاں کی بات لکھی وغیرہ۔یہ سب مجازا ہے حقیقتا نہیں۔کیونکہ فلاں کا کی بات یا اس کلام حقیقتا نہیں سنا بلکہ ایک آواز سنی جس سے اس کی بات اور کلام کو سمجھا۔اسی بات کو وہ سنتا اور لکھتا ہے لیکن اس کی حقیقت کو ان میں سے کسی کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا۔

اس اقتباس میں حقیقت و مجاز کی بحث کی گئی ہے جو کہ علم البیان سے متعلق ہے ۔یعنی ذہاب اور مجئ کا استعمال مجازا کیا گیا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے میں نے فلاں کا کلام سنا یا فلاں کی بات لکھی حالانکہ در حقیقت نہ تو فلاں کا کلام سنا ہوتا ہے نہ اس کی بات لکھی ہوتی ہے بلکہ ایسی آواز سنی ہوتی ہے جو اس کلام پر دلالت کرتی ہے اور مجازا اس صوت کو اس شخص کا کلام کہا جاتا ہے۔علم البیان کی حقیقت و مجاز کی بحث عربی زبان کو ادبی حسن عطا کرتی ہے جو بلاشہ تفسیر تأویلات اہل السنہ میں موجود ہے۔

8۔علم المعانی

امام ابو منصور ماتریدی کی تفسیر میں خال خال ایسی ابحاث بھی ملتی ہیں جو علم المعانی سے متعلق ہیں ۔مثلا

وقوله ـ عز وجل ـ: (هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا [43])، وفي حق الكلام أن يقول: (هو خير)؛ لأن (هو) يرفع ما بعده، ولكن (هو) كالفصل هاهنا، وحقه الحذف[44]، وإذا حذف انتصب الكلام؛ لأن معناه: تجدونه عند الله خيرا لكم مما خلفتم، فيكون (خيرا) مفعولا.[45] [46]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان"وہ بہتر ہے اور زیادہ اجر والا"در حقیقت اسے "ھو خیر"ہونا چاہیے کیونکہ "ھو"ما بعد کو رفع دیتا ہےلیکن یہاں "ھو"بطور فصل آیا ہےاور اس کا حق یہ تھا کہ اسے حذف کیا جائے اور جب یہ حذف ہو گیا تو کلام منصوب ہو گا کیونکہ اس کا مفہوم ہے جو تم نے چھوڑا ہے اس سے بہتر اللہ کے ہاں تمہیں ملے گا۔یوں "خیرا"مفعول بن جائے گا۔

اس اقتباس میں "ہو خیرا و اعظم اجرا"میں لفظ "ہو"کو فصل قرار دینا اور اس کو قابل حذف کہنا جیسی ابحاث علم المعانی سے متعلق ہیں ۔ اور ایسی صورت میں کلام اللہ کا مفہوم کیا ہو گا؟اس کو آپ نے واضح کیا ہے۔حذف و ذکر کی ابحاث علم المعانی کا حصہ ہیں اور جس کلام عرب میں یہ پائی جاتی ہیں وہ کلام عربی ادب سے مالا مال ہو جاتا ہے ۔امام ابو منصور ماتریدی نے بھی اپنی تفسیر میں علم المعانی سے استفادہ کیا ہے۔

9۔علم البدیع:

امام ابو منصور ماتریدی نے قرآنی آیات کے حسن کلام کو واضح کرنے کے لیے علم البدیع کی کی ابحاث سے بھی استفادہ کیا ہے۔

والبشارة المطلقة إنما تستعمل في الشرور والخيرات خاصة، إلا أن تكون مقيدة[47]؛ فحينئذ تجوز في غيرها[48]؛ كقوله: (فَبَشِّرْہُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ [49]) قيدها هنا؛[50]

اور مطلقا بشارت صرف خوشی اور نیکی میں استعمال ہوتی ہےمگر جب مقید ہو تو اس کے غیر میں بھی اس کا استعمال جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "انہیں درد ناک عذاب کی بشارت دو"یہاں یہ مقید ہے۔

وقوله - عز وجل -: (بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ[51]) بكذا.البشارة المطلقة المرسلة لا تكون إلا بالخير خاصة، وأما إذا كانت مقيدة مفسرة فإنها تجوز في الشر؛ كقوله - تعالى -: (بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَہُمْ[52]) كذا، وكذلك قوله - تعالى -: (فَبَشِّرْہُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ [53])، وفي القرآن كثير، ما ذكرها في الشر إلا مفسرة مقيدة.[54]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "منافقوں کو خوشخبری دو"فلاں فلاں چیز کی۔مطلقا بشارت محض خیر کے معاملات میں ہوتی ہے لیکن جب وہ مقید اور وضاحت سے ہو تو شر میں بھی اس کا استعمال جائز ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان"منافقین کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے"فلاں چیز ہے۔اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان"تو انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو"اور ایسا قرآن میں بکثرت ہے لیکن یہ شر کے معاملہ میں محض مقید اور وضاحت کی صورت میں ہی استعمال ہو سکتی ہے۔

مذکورہ دونوں اقتباسات میں بشارت کا لفظ در حقیقت کسی اور مفہوم استعمال ہونا بیان کیا گیا ہے لیکن بعض قیود کے پیش نظر درد ناک عذاب کی بشارت اور منافقین کو بشارت کی ترکیب میں بھی استعمال کے جواز کو بیان کیا گیا ہے۔لفظ کا معنی مخالف مراد لینا اور مخالف شخص پر طنزیہ بیان دینا علم البدیع سے متعلقہ بحث ہے اور یہ کلام عرب کا حسن ہے جو تفسیر تاویلات اہل السنہ میں نظر آتا ہے۔

10۔آئمہ لغت سے استفادہ :

امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی اس تفسیر میں آیات قرآنیہ کے فہم کو واضح کرنے کے لیے ائمہ لغت سے استفادہ کیا ہے۔

وقوله - عز وجل -: (وَّ غَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ [55]).فمنهم من ذكر أن اسم جنتهم كان حردا[56].وقيل: غدوا على أمر قد استثنوه فيما بينهم.وقال الزجاج[57]: الحرد له أوجه ثلاثة:أحدها: القصد[58]، واستدل عليه بقول الشاعر[59]:أقبل سيل كان من أمر الله ... يحرد حرد الحية المغله أي: بقصد قصدها.والثاني: هو المنع، يقال: أحردت السنة؛ إذا قحطت وذهبت بركتها.والثالث[60]: الغضب، فغدوا على حرد قادرين، أي: على غضب على الفقراء.[61]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان"خود کو قدرت والا سمجھتے ہوئے وہ منہ اندھیرے اپنے ارادہ پر چلے"بعض مفسرین نے ان کے باغ کا نام حرد بتایا یہ بھی کہا گیا کہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس ارادہ پر چلے جس کا انہوں نے آپس میں مشورہ کیا تھا۔اور زجاج نے کہا کہ حرد کی تین صورتیں ہیں۔اول:ارادہ اور اس پر شاعر کے شعر سے استدلال کیا ۔سیلاب آیا اوروہ اللہ کا حکم تھا۔اس کا ارادہ پیاسے سانپ کی طرح تھا۔یعنی اسی کا رادہ لے کر آیا۔دوم: رکاوٹ،کہا جاتا ہے کہ قحط زدہ سال جب قحط پڑے اور برکتیں ختم ہو جائیں۔سوم:غضب، اور وہ منہ اندھیرے خود کو قدرت والا سمجھتے ہوئے غضب میں چلےیعنی فقرا پر غضب کرتے ہوئے۔

لفظ"حرد" کا مفہوم واضح کرنے کے لیے زجاج کا قول نقل کیا اور اس پر بطور استشہاد شاعر کا شعر بھی نقل کیا ہے۔

وقال الضحاك: الله اسمه الأكبر؛ لأنه يبتدأ به في كل موضع.[62]

اور ضحاک نے کہا کہ اللہ ذات باری کا اسم اکبر ہے کیونکہ ہر جگہ وہ اسی سے ابتدا کرتا ہے۔

ذات باری تعالیٰ کا اسم اکبر کیا ہے اس پر ضحاک کے قول سے وضاحت کی ہے۔

والصدود: هو الإعراض في اللغة، والصد: الصرف.وقال الكسائي: يقرأ: (يصدون) بكسر الصاد، و (يصدون) بضم الصاد.[63]

اور"الصدود"سے لغت میں مراد اعراض کرنا ہے اور "صد"کا معنی پھرنا ہے اور کسائی نے کہا کہ "یصدون"کو صاد کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

"الصدود" کا مفہوم لغت میں "اعراض کرنا"ہوتا ہے۔اور کسائی نے اس کے دو اعراب بھی ذکر کیے ہیں۔

قال أبو عبيد: (يُؤْفَكُوْنَ [64]): يصرفون، ويخادعون عن الحق، كل من صرفته عن شيء فقد أفكته. ويقال: أفكت الأرض، إذا صرف عنها القطر.وقوله: (يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ [65])قال ابن عباس - رضي الله عنه -: (وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ [66]) قال: أضلهم، فإذا أضلهم، فقد صرفهم عن الهدى.قال أبو عوسجة: الإفك عندي: الصرف عن الحق، وفي الأصل: الإفك: الكذب.وقال القتبي: (يُؤْفَكُوْنَ [67]): يصرفون عن الحق ويعدلون.وقيل: (اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ [68]) يخدعون بالكذب.[69]

ابو عبید نے کہا "منحرف ہوتے ہیں"پھرتے ہیں اور حق سے عدول کرتے ہیں۔ہر وہ چیز جسے تم کسی چیز سے پھیرو اس کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے "افکتہ"۔جب زمین کا قطر پھرے تو کہا جاتا ہے زمین پھر گئی ۔اور اللہ تعالیٰ کا

فرمان"اور اس سے وہی منحرف کیا جاتا ہے جسے منحرف ہونا ہو"ابن عباس نے اللہ کے فرمان "یہ ان کا انحراف ہے اور جو وہ افترابازی کرتے ہیں"میں کہا یعنی یہ ان کی گمراہی ہے جب انہیں گمراہ کیا گیا تو انہیں ہدایت سے پھیر دیا گیا۔ ابو عوسجہ نے کہا میرے نزدیک افک سے مراد حق سے روگردانی ہے۔دراصل افک کا معنی جھوٹ ہے اور قتبی نے کہا "منحرف ہوتے ہیں "یعنی حق سے روگردانی کرتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ "کہاں منحرف کیے جاتے ہیں"یعنی جھوٹ کے سہارے دھوکہ دیے جاتے ہیں۔

قرآنی لفظ "یؤفکون"کے معنی کا تعین کرنے کے لیے ابو عبید، ابن عباس، ابو عوسجہ اور قتبی کے اقوال نقل کیے ہیں۔عربی زبان کے ائمہ نے مختلف الفاظ کی وضعی حیثیت اور مفہوم میں اختلاف کیا ہے ۔ جس کا اثرجہاں کلام عرب کے مفہوم پر پڑتا ہے وہیں اس کا اثر خود کلام عرب پر بھی پڑتا ہے اور کلام عرب کو اس سے تنوع اور حسن حاصل ہوتا ہے ۔یہ مباحث متعدد مقامات پر تفسیر تاویلات اہل السنہ میں پائی جاتی ہیں۔

11۔اختلاف لغات کا تذکرہ

تفسیر قرآن میں امام ابو منصور ماتریدی نے بعض مقامات پر لغوی اختلافات کا ذکر شرح و بسط سے کیا ہے۔جن میں سے ایک لفظ الہ کے معنی اشتقاقی پر اختلاف ہے۔

ثم اختلف في معنى الاشتقاق:فمنهم من يقول[70]: أصله: إله، من أله الرجل إلى آخر، أي: التجأ إليه واستجاره؛ فآلهه، بمعنى: أجاره وآمنه؛ فسمي: إلها على وزن الفعال؛ كما يسمى: إماما؛ لما يؤتم به، وفخم بإدخال الألف واللام، ثم لين وحذف الهمزة كما هو لغة قريش، ثم أدغم أحد اللامين في الآخر، فشدد؛ فصار الله.وعلى ذلك تأويل الصمد: أن يصمد إليه من الحوائج، ويستغاث به ويلتجأ إليه.وقيل[71]: إن اشتقاقه من وله يله ولها؛ إذا فزع إليه، فسمي به؛ لأن المفزع إليه، وهو قريب من الأول.ولكن حق ذلك في الاسم أن يكون ولاه، فأبدل الواو ألفا، كما يقال في وكاف: إكاف، وكذلك أهل الحجاز يجعلون الواو ألفا، قال الشاعر:فأقبلت ألهي ثكلى على عجل وقيل: سمي به؛ لأنه أله كل شيء، أي: ذلله وعبده[72]؛ فتأله له، أي: عبده، قال قائلهم:وأله إلهك واحدا متفردا ... ساد الملوك بعزه وتمجدا وقال آخرون[73]: سمي به؛ لاستتاره، ومنه يقال: لهت؛ فلا ترى، وقال الشاعر:لاه ربي عن الخلائق طرا ... خالق الخلق لا يرى ويرانا وقيل[74]: سمي به؛ لتحير القلوب عن التفكر في عظمته؛ كقوله: ألاهني الشيء حتى ألهت، ومنه مفازة ملهة، يعني: العقل يحار عند النظر إلى عظمته، ومنه أله يأله؛ فهو إله.وقال الشاعر:وبهما تيه تأله العين وسطها ... مخففة الأعلام بيد ضر ما تتملق

قال - رضي الله عنه -: والأصل عندنا: الإغضاء عن هذا؛ لما أن الحاجة إلى تعرف الاشتقاق والوضع؛ لتعرف محل الأمر، وموقع الحكم، ومن جميع ما اشتقوا به الاسم يحتمل تسمية الغير بكل ذلك، وتحقيق الإضافة إلى ذلك وتسميته: إلها، أو إضافة ما به عرف الحقيقة - لا يحتمل غيره سبحانه وتعالى، ولا يجوز التسمية به؛ فثبت الغناء في معرفته عن جميع الوجوه التي أريد الاستخراج منها؛ إذ هي طرق توصلهم إلى العلم بالمقصود والوقوف على المراد، وقد عرف دون الذي ذكروا، والله أعلم.[75]

پھر معنی اشتقاتی میں اختلاف کیا گیا ہے بعض نے کہا اس کی اصل 'الہ'ہے کہا جاتا ہے الہ الرجل الی آخر یعنی اس کی پناہ لی اور اس کی پڑوس میں آیا لہٰذا الھہ بمعنی اس کو پناہ اور امان دی۔الہ وزن فعال پر ہے جیسا کہ امام جب اس کی اقتدا کی جائے پھر اس پر الف اور لام داخل کرنے سے وہ بڑا ہو گیاپھر اس کو نرم کیا اورہمزہ کو حذف کیا جیسا کہ لغت قریش ہے۔پھر ایک لام کو دوسرے میں مدغم کیا تو مشدد ہو گیا اور لفظ الله بن گیا۔اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ ولہ یلہ ولہا سے مشتق ہے جب اس کی طرف تکلیف میں لوٹا جائے لہٰذا یہی نام اس کا ہوا کیونکہ تکلیف میں اسی کی طرف لوٹا جاتا ہے یہی پہلے سے زیادہ قرین قیاس ہے۔لیکن اس اسم کی حقیقت ولاہ ہونی چاہیے پھر واؤ کو الف میں بدلا گیا جیسا کہ وکاف کو اکاف کہا جاتا ہے اور اہل حجاز واؤ کو یونہی الف میں تبدیل کرتے ہیں۔شاعر نے کہامیں عبادت گذار بن کر روتا ہوا جلدی میں آیایہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نام اس لیے ہوا کہ اس نے ہر چیز کو اپنا عابد بنایا۔یعنی اس کے سامنے جھکی اور اس کی عبادت کی۔بعض نے کہا کہ اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کیونکہ وہ پوشیدہ ہے اسی سے وہ قول ہے کہ تو چھپ گیا لہٰذا نہیں دیکھا جا سکتااور شاعر نے کہا کہ میرا رب مخلوق سے بالکل پوشید ہوا ۔خالق الخلق کو دیکھا نہیں جا سکتا لیکن وہ ہمیں دیکھتا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا یہ نام اس لیے ہوا کہ اس کی عظمت کو دیکھ کر عقلیں دنگ رہ گئیں۔جیسا کہ کہا جاتا ہے اس شئ نے مجھ حیران کر دیا اور اسی سے مفازۃ ملھۃ یعنی اس کی عظمت کو دیکھ کر عقل حیران رہ ہو جاتی ہے۔اور اسی سے الہ یالہ فھو الہ ہے۔امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے نزدیک اصل یہ ہے کہ اس سے صرف نظر کیا جائے کیونکہ اشتقاق اور بناوٹ کی معرفت کی حاجت محل امر و حکم کو پہچاننے کے لیے ہوتی ہے اور ان تمام نے جس سے بھی اس

کو مشتق مانا ہے غیر اللہ کو یہ نام دینے اس کی طرف اضافت کرنے کے جواز کا احتمال ان تمام سے پیدا ہوتا ہے۔ اور غیر اللہ کا نام الہ رکھنا یا ایسی اضافت کرنا جس سے حقیقت معلوم ہو غیر اللہ کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ہی یہ نام ان کے لیے استعمال کرنا جائز ہےکیونکہ یہ ان کے علم مقصود تک پہنچنے اور مراد پر واقفیت پانے کے طریقے ہیں اور یہ اس سب کے بغیر بھی معلوم ہو چکی ہے۔واللہ اعلم۔

اس اقتباس میں امام ابو منصور ماتریدی نے لفظ الہ کے معنی اشتقاقی پر اختلاف کو تفصیلا ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں مختلف اقوال پھر ان کی تائید میں مختلف اقتباسات و اشعار کا بھی ذکر کیا ہے اور آخر میں اپنا مؤقف بھی ذکر کیا ہے کہ اس میں زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں ۔اتنا کافی ہے کہ یہ اللہ کے سوا کسی پر نہ بولا جائے۔ اہل عرب ایک ہی لفظ کو قبائل کی لغات اور اختلاف کے ساتھ بیان کرتے ہیں جس سے لفظی اختلاف کے ساتھ معنوی اختلاف بھی پیدا ہو جاتا ہے۔کسی لفظ کی متعدد لغات اور ان کے اختلاف کو ذکر کرنے سے جہاں قاری کے لیے عربی زبان کی وسعت واضح ہوتی ہے وہیں اس ذکر سے کلام میں ادبیت کا حسن بھی پیدا ہو جاتا ہے ۔جو امام ابو منصور ماتریدی کی تفسیر میں نظر آتا ہے۔

12۔ عربی اشعار سے استفادہ

قرآنی آیات کے حسن کو واضح کرنے اور عربی ادب کے حوالہ سے ان پر ممکنہ اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے ۔

(كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا...[76]) أي: حملها، ولم يقل: (آتَتْ أُكُلَهَا [77])، خرج على اسم واحد وإن كان في المعنى على التثنية، وذلك جائز في اللغة؛ كقولك: كلتا المرأتين صالحة[78]، وكلانا صالح، وفيه قول الشاعر[79]:كلانا شاعر من حي صدق ... ولكن الرحى نقلوا الثفالي [80]

"دونوں باغ اپنا پھل لائے"یعنی اپنا بوجھ اور یہاں صیغہ تثنیہ استعمال نہیں کیا بلکہ واحد کی ضمیر استعمال کی اگرچہ مراد تثنیہ ہی ہے۔اور یہ لغت میں جائز ہےجیسا کہ کہا جاتا ہے دونوں عورتیں نیک ہیں اور ہم دونوں نیک ہیں اور اس میں شاعر کا قول بھی ہے کہ ہم دونوں سچے قبیلے کے شاعر ہیں۔

قرآن نے "کلتا"میں صیغہ تثنیہ کا استعمال کیا لیکن اسی بات کے لیے آگے "اکلہا"میں صیغہ واحد استعمال کیا ۔ایسے کلام کے جواز کو کلام عرب کے محاورہ جات اور شعراء عرب کے شعر کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ حسن کلام ہے اور جائز ہے۔کسی بھی زبان کے شعرا اس زبان کے ادب کا ورثہ ہوتے ہیں ۔ شعرا کے کلام کو اس زبان سے حذف کر دیا جائے تو زبان اپنا ادبی حسن کھو بیٹھتی ہے ۔امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر میں جابجا عرب

شعرا کے کلام سے استفادہ کر کے اپنی تفسیر تأویلات اہل السنہ کو ادبی حسن کھونے سے نہ صرف بچایا بلکہ اسے اس خوبی سے بھی نوازا کہ اس میں فصحا عرب کا کلام موجود ہے۔

13-امثلہ عرب

قرآنی الفاظ کے معانی متعین کرنے کے لیے اہل عرب کی امثلہ اور اقوال اہل عرب سے بھی استفادہ کیا ہے ۔

وفيه دلالة على أن (العفو) هو الفضل في اللغة[81]، وهو البذل، تقول العرب: عفوت لك، أي: بذلته. [82]

اس میں بات کی دلیل ہے کہ لغت میں عفو سے مراد زائد ہے اور یہی چھوڑنا ہے اہل عرب کہتے ہیں عفوت لک یعنی میں نے تجھے چھوڑ دیا۔

لفظ"العفو" کا معنی متعین کرنے کے لیے اہل عرب کے قول" عفوت لک " اسے دلیل دی ہے۔اسی طرح دیگر مقامات پر بھی اہل عرب کے محاروں اور اقوال کو بطور دلیل پیش کیا ہے جس سے مقصود قرآن کا حسن کلام واضح کرنا ہوتا ہے۔مثلاً

وقال الكساني: وإنما جمع بينهما؛ لاختلاف اللفظين، وهذا من حسن كلام العرب: كقول العرب: كيف حالك، وبالك، والحال والبال واحد، ومثله في القرآن والشعر كثير.[83]

اور کسائی نے کہا ان دونوں میں تطبیق کی گئی کیونکہ ان کے الفاظ میں اختلاف ہے اور یہ عربی زبان کا حسن ہے جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں تیرا کیا حال ہے ؟اس کے لیے مستعمل الفاظ "حال " اور "بال"ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں اور یہ چیز قرآن اور اشعار عرب میں بکثرت پائی جاتی ہے۔

اس اقتباس میں امام ابو منصور ماتریدی نے ایک ہی چیز دریافت کرنے کے متعدد طریقوں کو کلام عرب کی امثلہ سے واضح کیا ہے اور ان کی مثالیں دی ہیں۔کسی بھی زبان کے محاورے اور امثلہ کا برمحل استعمال اس زبان میں کیے گئے کلام میں شگفتگی پیدا کر دیتا ہے۔شگفتگی کا یہ حسن امام ابو منصور ماتریدی کی تفسیر تأویلات اہل السنہ میں بھی پایا جاتا ہے۔

الغرض امام ابو منصو ر ماتریدی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر"تاویلات اہل السنۃ " میں عربی زبان کے محاسن کا بھر پور خیال رکھا ہے اور جہاں جہاں ان محاسن کی وضاحت یا بیان ضروری تھا وہاں امام ابو منصور ماتریدی نے ان ادبی ابحاث کو جگہ دی ہے۔ تفسیر تأویلات اہل السنہ میں امام ابو منصور ماتریدی نے لغت قرآنی، جوامع الکلم،ائمہ لغت کے اقوال،منطقی ابحاث ،اشعار،اہل لغت کے اختلاف،امثلہ عرب، علم صرف، علم نحو،علم بلاغت، علم البیان، علم المعانی اور علم البدیع سے استفادہ کیا ہے۔ یوں تفسیر تأویلات اہل السنہ کے ادبی محاسن کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔یوں یہ بات واضح ہوتی ہے

کہ تفسیر تأویلات اہل السنہ عربی ادب کے محاسن سے کلیتا تہی دامن نہیں بلکہ عربی ادب کے آب و گل سے اس تفسیر کا دامن تر ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 امام ابو منصور ماتریدی کا نام محمد بن محمد بن محمود بن محمدتھا آپ کے نسب کے متعلق صحیح معلومات میسر نہیں اسی طرح آپ کے خاندان کے بارے فقط یہی معلوم ہو سکا کہ آپ کی ایک بیٹی تھی۔ آپ کی پیدائش سمرقند کے علاقہ ماترید میں تقریبا 240ھ میں اور وصال بھی سمرقند میں 333ھ میں تقریبا نوے سال کی عمر میں ہوا۔آپ نے اس دور کے عظیم اہل علم جن کا تعلق فقہ و کلام حنفی سے تھا، کسب فیض کیا۔آپ کے اساتذہ میں محدثین، مفسرین، متکلمین اور صاحب تقویٰ افراد شامل تھے۔ آپ نے تدریس و تصنیف میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں چنانچہ سمر قند کے مشہور حنفی مدرسہ دارالجوزجانیہ میں متعدد بلند پایہ ماہرین فنون شرعیہ کی تیاری کے ساتھ ساتھ کتاب التوحید اور تأویلات اہل السنہ جیسی اعلیٰ پایہ کی کتب تصنیف فرمائی۔ امام ابو منصور ماتریدی کو قرآن، حدیث ، فقہ اور علم الکلام میں خاص ملکہ حاصل تھا کہ مابعد علماء نے آپ کے اقوال کو بطور حجت نقل کیا۔اہل سنت کے ہاں علم الکلام کے دواماموں میں سے ایک آپ ہیں اور ماتریدی سلسلہ کلام آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔محض تین واسطوں سے آپ کا شجرہ علمی امام ابوحنیفہ تک پہنچ جاتا ہے۔

2 محتاط اندازہ یہ ہے کہ یہ تفسیر امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی آخری عمر یعنی چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں لکھی کیونکہ آپ نے اس تفسیر میں زجاج کی معانی القرآن و اعرابہ کے حوالہ جات دیے ہیں اور زجاج کا وصال 311ہجری میں ہوا۔جیسا کہ زجاج کے اقوال اور اس کتاب کے حوالہ جات آگے آ رہے ہیں۔اس تفسیر میں بالخصوص کلامی و فقہی مباحث کو جگہ دی گئی ہے۔یہ تفسیر بوجوہ صدیوں تک شائع نہ ہو سکی ۔اس تفسیر کی پہلی مکمل اشاعت 2004ء میں فاطمہ الخیمی کی تحقیق کے ساتھ اوردوسری اشاعت ڈاکٹر مجدی باسلوم کی تحقیق کے ساتھ دس جلدوں میں 2005ء میں دار الکتب العلمیہ ،بیروت نے شائع کی۔زیر نظر مضمون میں مؤخر الذکر سے ہی استفادہ کیا گیا ہے۔

3 الاحقاف 22:46

4 یونس 34:10

5 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 182:4،181

6 الشیبانی، احمد بن حنبل، الزہد،باب روایۃ عبد اللہ ، ح-ن2281- اس کے الفاظ یوں ہیں" عن أبي إدريس الخولاني قال : من تعلم صرف الحديث ليستكفئ به قلوب الناس لم يرح رائحة الجنة. "گویا یہ حدیث رسول نہیں ہے۔

7 الفتح 12:48

8 الطبرانی،سلیمان بن احمد، المعجم الصغیر، باب من اسمہ محمد، ح-ن 1052، اس کے الفاظ یوں ہیں" عن بن عباس قال كان النبي صلى الله عليه و سلم يقول : اللهم إني أعوذ بك من غلبة الدين ومن بوار الأيم "

9 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 15:8،16

10 الصافات 36:37
11 ایضاً
12 یزدی، عبد اللہ شہ آبادی، شرح تہذیب، مکتبہ رحمانیہ ،لاہور، 38
13 الذاریات 52:51
14 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ،558:8،559
15 المؤمن 32:40
16 ایضاً
17 یہ ثلاثی مجرد کا باب ہے ۔اور یہ بحث علم الصرف سے تعلق رکھتی ہے۔ابن عقیل نے ثلاثی مجرد کے اوزان کو بھی بیان کیا ہے۔ابن عقیل ، عبد اللہ بن عبد الرحمٰن ، شرح ابن عقیل علی الفیۃ ابن مالک، دار التراث ، القاہرہ، العشرون، 1980ء، 259:4
18 "ند یند "سے ماخوذ ہونے اور اس کا یہی مفہوم ہونے کا قول ابو الہیثم سے منقول ہے ۔الازہری، محمد بن احمد، تہذیب اللغہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 2001ء،51:14
19 یہ ثلاثی مزید فیہ کے باب کا مصدر ہے۔اس کے مصدر ہونے کا ذکر سیبویہ نے کیا ہے۔السیبویہ، عمرو بن عثمان،الکتاب، مکتبہ الخانجی، القاہرہ،الثالثہ، 1988ء، 81:4 - اور یہ بحث علم الصرف سے تعلق رکھتی ہے۔دیگر صرفیوں نے بھی اس کا ذکر علم صرف کی کتب میں کیا ہے اور اس باب کے خواص بھی ذکر کیے ہیں۔ الجرجانی ، عبدالقاہر بن عبد الرحمٰن ، المفتاح فی الصرف، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، الاولیٰ، 1987ء، 50، الاسترابازی، محمد بن الحسن، شرح شافیہ لابن حاجب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1975ء، 100:1، شرح کے اس مقام کے متعلقہ متن میں ابن حاجب نے بھی اس باب پر بحث کی ہے۔
20 یہ زجاج کا قول ہے۔ الافریقی، محمد بن مکرم بن منظور،لسان العرب، دار صادر، بیروت، الاولیٰ، 313:15
21 الاعراف 44:7
22 ایضاً 50:7
23 القصص 62:28، القصص 74:28
24 ایضاً 65:28
25 طٰہٰ 72:20
26 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 26:9
27 آل عمران 73:3
28 اس آیت میں موصول صلہ کی ترکیب کا ذکر درویش نے بھی کیا ہے۔درویش محی الدین بن احمد مصطفی، اعراب القرآن وبیانہ، دار ابن کثیر، بیروت، الرابعہ ، 1415ھ،535:1

دعاس نے بھی یہ ترکیب ذکر کی ہے۔الدعاس، احمد عبید(و معہ مؤلفان)،اعراب القرآن الکریم، دار المنیر ودار الفارابی، دمشق، الاولیٰ، 1425ھ، 143:1؛ عکبری نے بھی یہ ترکیب ذکر کی۔عبد اللہ بن الحسین، املاء ما من بہ الرحمٰن من وجوہ الاعراب و القرات، المکتبہ العلمیہ، لاہور، 139:1

29 آل عمران 73:3
30 ایضاً
31 ایضاً

32 موصول صلہ کی بحث علم نحو سے تعلق رکھتی ہے۔ نحویوں نے اپنی کتب میں اس پر مفصل بحثیں کی ہیں۔ابن حاجب، عثمان بن عمر، الکافیہ،مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 70
ملا جامی، عبد الرحمٰن بن احمد، الفوائد الضیائیہ(المعروف شرح ملا جامی)،مکتبہ علوم اسلامیہ، لاہور، 214
33 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 406:2
34 سمین نے بھی البیاض سے خوشی اورالسواد سے غم مراد لیا ہے۔السمین الحلبی، احمد بن یوسف، عمدة الحفاظ فی تفسیر اشرف الالفاظ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الاولیٰ، 1996ء، 246:1
ابو مسلم بھی اسی کے قائل ہیں۔النیشاپوری، حسن بن محمد، غرائب القرآن و رغائب الفرقان، دار الکتب العلمیہ، الاولیٰ، 1996ء، 229:2
35 کنایہ کی بحث علم بلاغت سے تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ علماء لغت عرب نے اس بحث کو علم بلاغت کے ضمن میں بیان کیا ہے۔التفتازانی، مسعود بن عمر، مختصر المعانی، مکتبہ رحمانیہ ، لاہور، 432
36 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 451:2
37 الضحیٰ 2:93
38 الضحی سے مراد دن ہونا ، عسکری معتزلی نے بھی بیان کیا ہے۔عسکری، الوجوہ والنظائر، 293:1
39 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 93:4
40 ذہاب اور مجئی کا بطور مجاز استعمال متعدد علماء نے بیان کیا ہے۔الزرکشی، محمد بن عبدا للہ ، البرہان فی علوم القرآن، دار المعرفہ ، بیروت، الاولیٰ، 1957ء، 309:2
الخازن، علی بن محمد، لباب التاویل فی معانی التنزیل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ، 28:2
الشربینی، محمد بن احمد، تفسیر السراج المنیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 385:1
41 حقیقت اور مجاز کی بحث کو علماء لغت عرب نے علم البیان کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ التفتازانی، مختصر المعانی، 362
42 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 107:7
43 المزمل 20:73
44 حذف و ذکر مسند الیہ کی بحث کو علماء لغت عرب نے علم المعانی میں احوال مسند الیہ کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ التفتازانی، مختصر المعانی، 66
45 اصبہانی نے بھی خیرا کو "تجدوہ"کا مفعول ثانی مانا ہے۔الاصبہانی، اسماعیل بن محمد، اعراب القرآن، مکتبہ الملک فہد الوطنیہ، ریاض، الاولیٰ، 1995ء ، 477
46 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 296:10
47 بشارت کا مقید طور پر شر میں استعمال جائز ہے اگرچہ بشارت کا غالب استعمال خیر میں ہی ہے۔یہ قول متعدد علماء نے بیان کیا ہے۔ابن عطیہ اندلسی، غالب بن عبد الرحمٰن، المحرر الوجیز، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1422ھ، 108:1؛ الثعالبی، عبد الرحمٰن بن محمد، الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الاولیٰ، 1418ھ، 198:1،اس کی مثالیں دیگر مقامات پر خود قرآن میں بھی موجود ہیں۔جیسا کہ تاویلات اہل السنہ اگلا اقتباس واضح کر رہا ہے۔
48 یہ در اصل تاکید الذم بما یشبہ المدح کی بحث ہے جس کو علماء فن نے علم البدیع میں جگہ دی ہے۔ التفتازانی، مختصر المعانی، 482

49 آل عمران 21:3
50 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 340:2
51 النساء 138:4
52 ایضاً
53 آل عمران 21:3، التوبہ 34:9،الانشقاق 24:84
54 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 390:3
55 القلم 25:68
56 یہ سدی کا قول ہے جیسا کہ دیگر مفسرین نے ذکر کیا ہے۔الاندلسی، محمد بن یوسف بن علی، البحر المحیط فی التفسیر،دار الفکر، بیروت، 1420ھ، 243:10
السمین الحلبی،احمد بن یوسف، الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون، دار القلم، دمشق،414:10
تاج القراء نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔تاج القراء ، محمود بن حمزہ، غرائب التفسیر و عجائب التاویل، مؤسسۃ علوم القرآن، بیروت، 1240:2
57 الزجاج، ابراہیم بن السری، معانی القرآن و اعرابہ، عالم الکتب، بیروت،الاولیٰ، 1988ء، 207:5
58 طبری نے بھی حرد کا یہ مفہوم بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ کلام عرب میں حرد سے مراد قصد مستعمل ہے کہا جاتا ہے قد حرد فلان حرد فلان۔ ؛الطبری، محمد بن جریر بن یزید، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، دار ہجر للطابعۃ و النشر والتوزیع واعلان، 2001ء،179:23
یہی قول قتادہ ، مقاتل، کلبی، حسن او رمجاہد کا ہے۔الشوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃوالدرایۃ من علم التفسیر، دار الفکر، بیروت، 5:272
فراء ، ابو عبیدہ اور ابن قتیبہ کا بھی یہی قول ہے۔ابن الجوزی، عبد الرحمٰن بن علی، زاد المسیرفی علم التفسیر، المکتب الاسلامی، بیروت، الثالثہ، 1404ھ،337:8
59 ابن عطیہ اندلسی نے کہا کہ یہ ابن الاعرابی کا رجزیہ نظم کا ایک شعر ہے۔ابن عطیہ، غالب بن عبد الرحمٰن، المحرر الوجیز، دار الکتب العلمیہ ، بیروت،1422ھ، 63:1
ابن عصفور نے کہا کہ یہ قطرب کا شعر ہے۔ابن عصفور، علی بن مؤمن، ضرائر الشعر، دار الاندلس للطباعۃ والنشر والتوزیع، الاولیٰ، 1980ء، 132
60 قالی بغدادی نے تینوں معانی کا ذکر کیا ہے۔القالی، اسماعیل بن قاسم، الامالی فی لغۃ العرب، دار الکتب العلمیہ ، بیروت، 1978ء،9:1
61 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 147:10
62 ایضاً ، 645:10
63 ایضاً ، 236:3
64 المائدہ 75:5
65 الذاریات 9:51
66 الاحقاف 28:46
67 المائدہ 75:5
68 ایضاً
69 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 568:3

70 الہ سے مشتق ہونے کا یہ قول سیبویہ نے خلیل سے نقل کیا ہے۔البیہقی،احمد بن الحسین، الاسماء والصفات،دار الجیل، بیروت،الاولیٰ، 1417ھ،41
منذری نے ابو الہیثم سے بھی یہی روایت کیا ہے۔مرتضی الزبیدی، محمد بن محمد، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الہدایہ، 321:36
71 ولہ سے مشتق ہونے کا قول بھی خلیل سے ہی مروی ہے۔القرطبی،محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن،دار عالم الکتاب، السعودیہ،2003ء،103:1
72 وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ(الاعراف 127:7) قرآنی لفظ میں آلہ کامعنی عبادت عبد اللہ بن عباس نے بیان کیا ۔ابن سیدہ، علی بن اسماعیل، المخصص،دار احیاء التراث العربی، بیروت،الاولیٰ، 1996ء،63:4
خلیل نے بھی یہی معنی مراد لیا ہے۔الفراہیدی، الخلیل بن احمد، العین،مؤسسۃ دار الہجرۃ، الثانیہ، 1409ھ، 91:4
73 یہ سیبویہ کا قول ہے۔الراغب الاصفہانی، الحسین بن محمد،التفسیر،کلیۃ الآداب، جامعہ طنطنا، الاولیٰ، 1999ء،49:1
74 ابن الاثیر کا یہی قول ہے۔الافریقی، محمد بن مکرم بن المنظور،لسان العرب،دار صادر،بیروت، الاولیٰ، 467:13
ابن فارس نے الہ کے عبادت اور تحیر دونوں معانی بیان کیے ہیں۔ابن فارس، احمد بن فارس، مجمل اللغۃ،مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1986ء،101:1
75 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 645، 646:10
76 الکہف 33:18
77 ایضاً
78 عربی زبان میں لفظ واحد بول کر اس سے مراد تثنیہ لینا بعض صورتوں میں جائز ہوتا ہے اور یہ کلام عرب میں عام ہے۔ابن قتیبہ نے کہا وقالوا : (جاءني الرجلان كلاهما) (والمرأتان كلتاهما) (ابن قتیبہ، عبد اللہ بن مسلم الدینوری،ادب الاکاتب، المکتبۃ التجاریہ، مصر،1963، 207 یہاں بھی تثنیہ فاعل کے لیے واحد فعل استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں جنتین کے لیے اتت واحد فعل کا صیغہ استعمال کیا گیا۔
79 یہ مسکین بن انیف دارمی کا شعر ہے ۔اس نے اصحاب اخبار، نسب اور خطب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ؎
كلانا شاعر من حيّ صدق ... ولكنّ الرحى فوق الثفال
وحكّم دغفلا وارحل إليه ... ولا ترح المطيّ من الكلال
تعال إلى بني الكوّاء يقضوا ... بعلمهم بأنساب الرجال
هلم إلى ابن مذعور شهاب ... ينبّي بالسوافل والعوالي
وعند الكيّس النمري علم ... ولو أضحى بمنخرق الشمال(الجاحظ، عمرو بن بحر بن محبوب، البیان والتبیین، دار وامکتبہ الہلال، ، بیروت، 1423ھ، 283:1
80 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 170:7
81 یہی ابو اسحاق کا قول ہے۔ابن سیدہ المرسی، علی بن اسماعیل، المحکم والمحیط الاعظم،دار الکتب العلمیہ، بیروت، الاولیٰ، 2000ء،373:2
82 الماتریدی، تاویلات اہل السنۃ ، 208:2
83 ایضاً ، 430:3